(۸۲)
سورۂ انفطار

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس میں (۱۹) آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کی ماقبل سورت سے مناسبت اور ربط بالکل ظاہر ہے کہ دونوں کی ابتداء ایک ہی نہج پر کلمۂ اِذَا کے ذریعہ ہوئی ہے۔ اس میں بھی قیامت کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں جن کا وقوع میں آنا یقینی ہے۔ اور ہر نشانی کو کلمۂ اِذَا کے ذریعہ فرمایا گیا ہے' بالفاظ دیگر یوں سمجھنا چاہیئے کہ سورۂ انفطار سورۂ تکویر کا ضمیمہ یا تکملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن احادیث شریفہ میں جہاں سورۂ تکویر کی فضیلت بیان ہوئی ہے اس کے ساتھ ساتھ سورۂ انفطار کا ذکر بھی آیا ہے اس سورت شریفہ کو سورۂ انفطرت اور سورۂ منفطرہ بھی کہتے ہیں اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کسی چیز کے ایک سے زیادہ نام اس کے شرف و فضیلت کی دلیل ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ 82-1 82-2

(۸۲/۱ تا ۱۹)

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عـہ ۙ عَلِمَتْ 82-3 82-4
نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ جب آسمان پھٹ جائے، اور جب 82-5

عـہ يقال بعثرت المتاع وبحثرته اي جعلت اسفله اعلاه وجعل اسفل القبور اعلاها انما هو باخراج موتاها وقيل لسورة براءة المبعثرة لانها بعثرت اسرار المنافقين وهما مركبان من البعث والبحث مع راء ضمت اليهما وقال الراغب من رأى تركيب الرباعي والخماسي نحو هلل وبسمل اذا قال لا اله الا الله وبسم الله يقول ان بعثر مركب من بعث واثير اي قلب ترابها واثير ما فيها وهذا لا يبعد في هذا الحرف فان البعثرة تتضمن معنى بعث واثير (روح البيان) محاورہ عرب میں بعثرت المتاع و بحثرتہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کے نچلے حصے کو اوپر اور اوپر کو نیچا بنا دیا جائے۔ قبروں کے نچلے حصے کو اوپر کر دینا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے مُردوں کو نکال باہر کیا جائے۔ سورہ براءت کو مبعثرہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسمیں منافقین کی چالوں کو آشکارا کر دیا گیا ہے۔ بعثر اور بحثر بعث اور بحث سے ترکیب دئے گئے ہیں اور ان کے اخیر میں ایک راء اضافہ کر دی گئی ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ جس نے چار حرفی یا پانچ حرفی کلمات پر غور کیا ہے جیسے ھَلَّلَ اور بَسْمَلَ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی

ستارے جھڑ پڑیں، اور جب سمندر بہ نکلیں اور جب قبریں زیر وزبر کردی جائیں،

جان لیگا ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑ آیا ہے "۔

قیامت کی پہلی نشانی سورۂ تکویر میں قیامت کی بارہ نشانیاں بیان ہوئی تھیں، یہاں مزید چار نشان اور بتائے جارہے ہیں جن میں سے دو کا تعلق عالم علوی سے ہے اور دو کا عالم سفلی سے۔ عالم علوی کے نشانوں سے ایک یہ کہ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ جبکہ آسمان پھٹ جائے "۔ یعنی آسمان جو صاف شفاف، ایک سطح اور ایک جسم نظر آتے ہیں۔ قیامت کے قریب ان میں جابجا سے شگاف پڑ جائینگے اور سارا آسمان پھٹ جائیگا۔ اس صورت سے ظاہر ہے کہ جو کچھ انتظامات ملأ اعلیٰ کے ہیں وہ سب برخاست ہو جائیں گے اور جو فرشتے وہاں متعین ہیں وہ سب نیچے اتر آئیں گے۔ آسمان کا پھٹ جانا ایک انقلاب عظیم ہوگا جو اس امر کی علامت ہوگی کہ اب تک جو نظم قائم تھا وہ درہم برہم ہو چکا ہے اب کوئی دوسری ہی صورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

لا الٰہ الا اللہ اور بسم اللہ پڑھے تو یہ مان لیگا کہ بُعْثِرَ مرکب ہے بُعِثَ اور اُثِیْرَ سے جس کے معنی ہیں اس کی مٹی زیر وزبر کی گئی اور اس میں جو کچھ ہے اس کو نکال لیا گیا، اور یہ معنی اس لفظ میں متضمن نہیں ہیں۔ کیونکہ بُعْثِرَ کہنے کے ضمن میں بُعِثَ اور اُثِیْرَ کہنا سمجھ میں آتا ہے "۔

نمودار ہوگی جو پہلی صورت سے بالکل مختلف ہوگی۔ اس لئے کہ پہلا نظم جو قائم فرمایا گیا تھا وہ دار العمل کے لئے تھا اور اب جو صورت درپیش ہوگی وہ دار الجزاء کے مناسب حال ہوگی۔

دوسری نشانی | وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔ اور جب ستارے جھڑ پڑیں۔"

یہ عالم علوی کا دوسرا نشان ہے۔ یہ ستارے جن جن مقاصد کے مدنظر بنائے گئے تھے ان تمام مقاصد کے احوال سے تو اللہ سبحانہ ہی بہتر علیم ہے۔ چند فوائد جو قرآن کریم نے ہم کو بتلائے یہ تھے:۔ انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملأ الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شھاب ثاقب۔ ہم نے قریب تر آسمان کو تاروں کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔ ہر سرکش شیطان سے بچاؤ کے لئے کہ وہ ملأ اعلیٰ کی باتیں سننے نہ پائیں۔ ہر طرف سے ان کو مار بھگا دیا جاتا ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔ اس پر بھی کسی نے کوئی بات اڑالی تو ساتھ ہی اس پر شہاب ثاقب ٹوٹ پڑا۔"

ظاہر ہے کہ یہ انتظام بھی دار العمل کے لئے تھا اور جب یہ برخاست ہو رہا ہے تو ایسے نظم کو برقرار رکھنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔

تیسری نشانی وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔ "اور جب تمام سمندر بہ نکلیں" یہ عالم سفلی کا پہلا نشان ہے اس وقت یہ نظم قائم ہے کہ ہر سمندر اپنی جگہ قائم و برقرار ہے کہیں دو دریا ایک ساتھ رواں ہیں اور ان میں سے ایک کھاری ہے اور دوسرا شیریں۔ تو دونوں مل کر رواں رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتے کھاری اپنی جگہ ہے اور شیریں اپنی جگہ۔ لیکن قیامت کے قریب یہ نظم بھی برخاست ہو جائیگا۔ ایک جوش ہوگا جس سے کھاری اور شیریں ایک دوسرے سے خلط ملط ہو جائیں گے۔ اور دو بہ نکلیں گے۔ پھر کیا ہے کہ سمندر کا سارا علاقہ جو تری کا حصہ کہلاتا تھا سب کا سب خشک ہو کر رہ جائیگا۔

سمندروں کا خشک ہو جانا حضرت ربیع بن خیثمؒ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فجر بعضھا فی بعض فذھب ماؤھا۔ (عبد بن حمید) "بعض سمندر بعض میں بہ نکلیں گے۔ اس طرح سمندروں کا تمام پانی چلا جائیگا۔" حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ بعض دریاؤں کو بعض میں بہا دیگا تو ان کا پانی خشک ہو جائیگا۔ (ابن کثیر) دریاؤں اور سمندروں کا اس طرح بہ کر خشک ہو جانا یہ بھی ایک ہولناک منظر ہے۔ جب ایسا ہوگا اور یقیناً ہوگا تو یہ بھی قیامت کے قریب ہونے کی ایک کھلی ہوئی نشانی ہوگی کیونکہ پانی ہی سے انسان کی زندگی ہے۔ اور یہ پانی جو

درحقیقت ہمارے لئے آب حیات ہے۔ خشک ہو جائے تو زندگی کی کیا صورت باقی رہیگی؟

چوتھی نشانی | وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۔ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں"

یہ عالم سفلی کا دوسرا نشان ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن جریج فرماتے ہیں:۔

اخرج ما فیھا من الموتیٰ۔ (ابن المنذر) قبروں کو زیر و زبر کر دینے سے مراد یہ ہے کہ

ان میں جو اموات دفن ہیں وہ سب (دوبارہ زندہ کرکے) باہر نکال کھڑے کئے

جائیں" اور قیامت نام ہے اسی کا کہ تمام مرے ہوئے انسان از آدم تا ایں دم

جس قدر زمین میں دفن تھے ان سب کو زندہ کرکے باہر نکال لایا جائیگا۔ اور یہاں سے

دوسری قسم کی اٹھان کا آغاز ہوگا۔ کیونکہ قیامت کے معنی اٹھان کے ہیں۔ جب یہ

چاروں نشان ظاہر ہو جائیں اور ان سب کا ایک ایک کرکے ظہور میں آنا یقینی امر

ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔ تو ایک ایک نفس جان لیگا اس کو

جو اس نے آگے بھیجا اور اس کو جو پیچھے چھوڑ آیا" آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا؟

اس کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ جو ہر ایک بجائے خود درست ہے۔

اس میں کوئی تضاد نہیں۔

ما قدّمت واخّرت کی تفسیر | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

ما قدّمت من خیر واخّرت من سنّۃ صالحۃ یعمل بھا بعدہ

فانّ لہ مثل اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئاً او سنۃ سیئۃ یعمل بھا بعدہ فانّ علیہ وزر من عمل بھا ولا ینقص من اوزارھم شیئاً۔ (ابن مبارک، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم) یعنی قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص کو معلوم ہو جائیگا جو اس نے دنیا میں بھلا کام کیا تھا۔ اور جو پیچھے چھوڑ آیا تھا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اچھا نمونہ چھوڑ آیا تھا جس پر اس کے بعد کے لوگ عمل کرتے رہے۔ کیوں کہ اس صورت میں نیک عمل چھوڑنے والے کو بھی اس پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی بُرا طریقہ ایجاد کر کے آیا ہے اور لوگ اس پر عمل کرتے رہے تو اس موجد پر بھی اس پر عمل کرنے والوں کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور خود عمل کرنے والے بھی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔" ایسی ہی تفسیر حضرت حذیفہ رضؓ و حضرت ابن عباس رضؓ سے بھی مروی ہے۔

دیگر تفاسیر حضرت عکرمہ نے فرمایا:۔ ما ادّت الی اللّٰہ ممّا امرھا بہ و ماضیّعت۔ (سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر) ما قدّمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اس کو جو جو احکام دیے تھے ان کو کس حد تک انجام دیا۔ اور ما اخّرت سے یہ مراد ہے کہ ان احکام میں سے کتنے پس پشت ڈال دیے یعنی ان کو ضائع کر دیا اور

انجام نہیں دیا" حضرت سعید بن جبیرؒ قتادہ اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ وقیل ما قدمت من الصدقات واخرت من الزکاۃ۔ کسی نے یوں تفسیر کی کہ قدمت سے خیرات وصدقات مراد ہیں جو درحقیقت نفل ہیں جن کو انسان وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہے اور اخرت سے زکات مراد ہے جو فریضہ محکمہ ہے مگر اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔ بعض مفسرین نے زکاۃ کی جگہ ترکات لکھا ہے۔ اس صورت میں صدقات سے خیرات اور زکاۃ دونوں مراد ہوں گے اور ترکات سے میراث مراد ہوگی۔ یعنی ہر ہر شخص نے عبادت مالیہ میں کس قدر حصہ لیا اور کس قدر میراث چھوڑی؟ وقیل معناہ بل قدمت الدنیا علی الآخرۃ او بالعکس بعضوں نے یوں کہا کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی یا آخرت کو دنیا پر۔ یہ سب اس روز معلوم ہوجائیگا۔ بہرحال ان تمام تفسیروں کا مآل ایک ہی ہے اگرچہ تعبیر جدا جدا ہے۔ واللہ اعلم۔

82-6 يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِىْ
82-7
82-8 خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

اے انسان! کس چیز نے تجھے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست کیا پھر تجھے معتدل بنایا جس صورت میں کہ اس نے چاہا تجھے

جوڑ دیا"

انسان سے خطاب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے انسان ! ایک طرف تو قیامت کے ایسے ہولناک مناظر درپیش ہونے والے ہیں اور تیرا یہ حال ہے کہ اپنے کرم والے پروردگار ہی سے غافل ہے۔ تجھے کس چیز نے فریب میں ڈال رکھا ہے جس نے محض اپنے لطف و کرم سے تجھے پیدا کیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے تو نے کوئی کام ایسا نہیں کیا تھا جس کی بنا پر پیدا کئے جانے کا مستحق ٹھہرتا۔ پھر نہ صرف تجھے وجود بخشا بلکہ تجھے سالم الاعضاء بنایا۔ ہاتھ پاؤں، کان، آنکھ، ناک، دل دماغ، عقل و فہم حواس ظاہری و باطنی سبھی کچھ ودیعت کئے۔ پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہر ہر عضو کو معتدل، حسین خوب صورت، وضع دار بانکا بنا کر جس صورت میں چاہا جوڑ دیا۔ اس طرح کہ کروڑہا ان گنت انسان ہیں لیکن ہر ایک کی صورت جدا ہے جو ایک دوسرے سے نہیں ملتی۔ بلکہ ایک ایک کی انگلی تک دوسرے سے ممتاز ہے۔ قد و قامت جسامت، رنگ روپ، وضع ترکیب، ہر ایک کی جداگانہ ہے۔ پھر یہ سب کچھ محض اپنے فضل و کرم سے کیا۔ کسی نوع کا استحقاق کسی انسان کو ان حالات میں نہ تھا۔

انسان سے سوال اب انسان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ جس کرم والے پروردگار نے تیرے ساتھ ایسا سلوک فرمایا ہو کہ تجھے اشرف المخلوقات بنایا۔ چاہتا تو پتھر بنا دیتا

جو ایک جگہ بے حس و حرکت پڑا رہتا۔ چاہتا تو درخت بنا سکتا تھا۔ اگر ثمر دار ہوتا تو اس پر پتھر برسائے جاتے۔ اور جو بے ثمر ہوتا تو کاٹ کر اس سے ایندھن کا کام لیا جا سکتا تھا۔ یا چاہتا تو کسی جانور کی صورت دیدیتا۔ گدھا گھوڑا، بیل، کتا، بندر، وغیرہ۔ پھر تیرے ساتھ وہی عمل ہوتا جس کا وہ جانور مستحق ہے تو اپنے پروردگار کا کرم دیکھ کہ تجھ کو انسان بنایا تو کیا شیوۂ انسانیت یہی ہے کہ تو اپنے خالق اور رب سے ہی غافل ہے۔ یہ ایک فریب اور دھوکا ہے جس میں تو گرفتار ہے۔ ایسا دھوکا تجھے کس نے دیا؟

شان نزول حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں:۔ یا ایہا الانسان ماغرک قال ابیّ بن خلف۔ (ابن المنذر) یہاں یا ایہا الانسان سے مشہور کافر ابی بن خلف مراد ہے" جس کے باب میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کٹر دشمن تھا۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیات کریمہ ولید بن مغیرہ کے باب میں نازل ہوئیں۔ کلبی کہتے ہیں کہ اسید بن کلدہ کے بارے میں اتریں جس نے حضور اکرمؐ کے ساتھ گستاخی کی تھی مگر آپ نے انتقام نہیں لیا۔ اللہ سبحانہ نے یہ آیات نازل کر کے قیامت تک اس کو رسوا کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک دفعہ اس سورت شریفہ کی تلاوت فرمائی۔

جب آیہ کریمہ ما غرّک بربک پر پہنچے تو فرمایا:- غرّہ واللہ جھلہ - (سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، ابن المنذر) خدا کی قسم! انسان کو اس کے جہل نے فریب دیا۔" حضرت ربیع بن خثیم اور خود حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ یہ روایات ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ انسان چونکہ اپنے رب سے بالکلیہ جاہل اور ناواقف محض ہے اس لئے دھوکہ اور فریب میں پڑا ہوا ہے۔ اگر اس کو اپنے خالق پروردگار کی کچھ بھی معرفت حاصل ہوتی تو وہ ایسا نہ کرسکتا تھا۔

یا یھا الانسان کا خطاب عام ہے یہ خطاب تو جہّال سے تھا جن کو معرفت الٰہی سے کچھ بھی بہرہ نہیں ملا۔ کاملین اس خطاب پر سر دھنتے اور وجد کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:- مامنکم من احد الا سیخلو اللہ بہ یوم القیامۃ فیقال یا ابن آدم ما غرّک بی یا ابن آدم ما ذا عملت فیما علمت یا ابن آدم ما ذا اجبت المرسلین (مظہری) تم میں سے ہر ہر شخص سے اللہ سبحانہ تعالیٰ قیامت کے دن تفنّنِ طبع کے طور پر فرمائے گا اے ابن آدم تجھے کس چیز نے ہماری طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا؟ اے ابن آدم! جن چیزوں کو تو جانتا تھا اس کے بموجب تو نے کس حد تک عمل کیا؟ اے آدم کے بیٹے! ہمارے رسولوں کی دعوت کا جواب تو نے کیا دیا؟ اس سے

معلوم ہوا کہ ما غرّک بربّک الکریم کا سوال ہر شخص سے ہوگا تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کا جواب اپنے ظرف اور اپنی استعداد کے مطابق ہوگا۔

خطاب تلقین حضرت یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ لو اقامنی بین یدیه فقال یا یحیی ما غرّک بی قلت برّک بی سابقا وآنفا۔ اگر خدائے عزوجل مجھے اپنے روبرو کھڑا کرکے سوال فرمائے کہ یحیی! تجھے ہمارے بارے میں کس چیز نے فریب میں ڈالا؟ تو میں عرض کروں گا۔ پروردگارا! آپ کے سابقہ ولاحقہ احسانات نے۔" حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ لو قال لی ما غرّک بربّک الکریم لقلت غرّنی کرم الکریم۔ اگر خدائے رحیم وکریم مجھ سے پوچھے کہ تجھے اپنے کرم والے رب سے کس چیز نے دھوکے میں رکھا تو میں صاف صاف عرض کروں گا کریم کا کرم ہی تھا۔" اسی بناپر بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تلقین ہے۔ یہاں رب کی صفت کریمی کا بیان فرمانا اور دیگر صفات قہار، منتقم وغیرہ کا ذکر نہ فرمانا گویا بندے کو جواب کی تلقین فرمانا ہے کہ جواباً یوں کہے ؎

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ وگرنہ ایں چنیں طاقت کجا بود

مگر کفار جو محروم ازلی ہیں ان کو یہ توفیق کہاں۔ یہ مقام تو سعادت مندان ازلی کا ہے۔

حکایت کسی عورت نے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کیا کہ اس کے شوہر نے اس زوجہ کے ہوتے ہوئے ایک اور عورت سے بھی نکاح کیا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اس نے کیا برا کیا؟ شرعاً مرد کو اجازت ہے کہ چار عورتوں سے نکاح کرے۔ عورت نے جواب دیا کہ قاضی صاحب! اگر پردے کا حکم نہ ہوتا اور حیا مانع نہ ہوتی تو میں ابھی اپنا چہرہ آپ کو دکھا کر پوچھتی۔ کیا مجھ جیسی حسینہ جمیلہ یکتائے زماں پر بھی کسی عورت کو لانا جائز ہو سکتا ہے؟ یہ سنتے ہی کسی صاحب دل نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا تو کہنے لگے:۔ سمعت الهاتف يقول الم تسمع قول الضعيفة ولولا حجاب الكبرياء والعظمة لابرزت لكم من الجلال والجمال الذى لا يسعه المقابل وسألتكم انه من استطاع الاشتغال بمثلى فهل يجوز الاشتغال بغيرى ومن مثلى واين يكون مثلى فليس يكون فاطلبني تجدني ۔ میں نے ہاتف غیبی سے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ کیا اس ناتواں عورت کی بات سنی نہیں؟ اسی طرح اگر کبریائی اور عظمت کا پردہ نہ ہوتا تو میں بھی اپنا جلال وجمال ظاہر کر دیتا جسکی تاب کسی مقابل میں نہ ہو۔ اور تم سے پوچھتا کہ جس کے لئے مجھ سے لو لگانا ممکن ہے کیا اس کو کسی اور سے دل لگانا جائز ہے؟ اور مجھ جیسا کون ہے اور کہاں ہو سکتا ہے؟ لاریب کوئی نہیں ہو سکتا آپ ہی محبوب حقیقی ہیں۔ آپ ہی کی ذات پاک مجمع الکمالات ہے

جو سب سے ٹوٹ کر آپ کا ہو گیا وہی فائز المرام ہوا۔

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے فرمایا:۔ اذا قام الرجل فی الصلاۃ اقبل اللہ عزّ وجلّ بوجھہ فاذا التفت قال یا ابن آدم الی من تلتفت الی من ھو خیر منّی اقبل الیّ فاذا التفت الثانیۃ قال مثل ذلک فاذا التفت الثالثۃ صرف اللہ تبارک وتعالی عنہ وجھہ (بزار)۔ جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو خدائے عزوجل پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کسی چیز کی طرف دیکھنے لگتا ہے تو ارشاد باری ہوتا ہے:۔ اے آدم زاد! کس کی طرف دیکھتا ہے؟ کیا مجھ سے بہتر کسی اور کی طرف؟ (او نادان!) میری طرف متوجہ رہ۔ پھر اگر وہ دوبارہ کسی طرف نظر التفات کرتا ہے تو پھر یہی خطاب ہوتا ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی تیسری دفعہ بھی کسی اور طرف التفات کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے اپنا رخ پھیر لیتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ غور کیجئے کہ عنایات الٰہیہ کا اقتضا کیا ہے اور بنی آدم کدھر جا رہے ہیں؟

82-9
2-10
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝

كِرَامًا كَاتِبِينَ ۙ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ ہرگز نہیں بلکہ تم جھٹلاتے ہو 82-11
82-12

انصاف کو، اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں، عزت والے، عمل لکھنے والے، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

تکذبون بالدین کی تفسیر | کلا بل تکذبون بالدین ۔ ہرگز نہیں بلکہ تم جھٹلاتے ہو انصاف کو ۔ یعنی دھوکا کھانے اور فریب میں مبتلا ہونے کی کیا بات ہے، اصل واقعہ تو یہ ہے کہ اعمال کی جزا ملنے اور یوم الجزاء کے آنے کا نہ صرف تم کو انکار تھا بلکہ تم اس کو جھٹلاتے تھے ۔ جبھی تو ہماری طاعت سے اجتناب کرتے اور معصیت پر اڑے ہوئے تھے ۔ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کو دیکھنے والا اور ان پر محاسبہ کرنے والا کون ہے؟ ہم خود مختار ہیں جو چاہیں کریں ہم کو پوچھنے والا کوئی نہیں ۔ مر گئے بس سارا قصہ ختم ہوا ۔ یہی چیز باعث تھی تمھارے اس کفر کی اور ان تمام نافرمانیوں کی ۔ نہ خدا اور رسول سے تم کو کوئی تعلق، نہ اللہ کی کتاب سے کوئی دلچسپی نہ قیامت کا خوف، نہ سزا و جزا پر ایمان ۔ جب صورت حال یہ ہو تو من مانی زندگی گزارنے میں کون امر مانع ہو سکتا ہے؟ مگر حقیقت حال ایسی نہیں جیسی تم خیال کرتے ہو ۔ تم تو انصاف کے وقوع میں آنے ہی کے منکر ہو جبھی تو انصاف کو جھٹلاتے ہو

وان علیکم لحافظین کی تفسیر | وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۔ اور حقیقت حال

یہ ہے کہ تم پر نگہبان مقرر ہیں "۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ۔ کم من ملک علی الانسان ہر انسان پر کتنے نگہبان فرشتے مقرر ہیں؟ فذکر علیہ الصلاۃ والسلام عشرین ملکا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایک پر بیس بیس محافظ فرشتے مقرر ہیں "۔ رات کے محافظین الگ ہیں اور دن کے الگ۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کی منزلت و مرتبت اللہ سبحانہ کے نزدیک کیسی ہے؟

کراماً کاتبین کی تفسیر

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ ۱۱۔ ملخص

یا ان کے سوا اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں جو نہایت درجہ ثقہ عادل اور اللہ سبحانہ کے نزدیک باعزت ہیں "۔ یوں تو تمام فرشتوں کا یہی حال ہے لیکن اعمال لکھنے والے ان میں بھی بڑے ہی باعزت ہیں۔ ان میں سے جو انسان کی نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کا مقام انسان کا داہنہ شانہ ہے اور دوسری چیزیں لکھنے والے کا مقام بایاں شانہ ہے۔ یہ فرشتے ہمیشہ انسان کے دوش پر رہتے ہیں لیکن چونکہ یہ نورانی مخلوق ہیں اس لئے ان کا کوئی ثقل یا بوجھ انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ نیکی کا ارادہ کرتے ہی ایک نیکی اور نیکی کرنے پر

دس نیکیاں فوراً لکھ لیتا ہے، اور دوسرا برائی کے ارادے پر کچھ نہیں لکھتا پھر اگر انسان برائی کرے بھی تو چھ گھنٹوں تک فرشتہ اس کو نہیں لکھتا۔ اس اثناء میں انسان اگر معصیت کبیرہ صادر ہونیکے بعد توبہ کرلے یا صغیرہ کی صورت میں کوئی نیک کام کرلے جس سے صغیرہ کا کفارہ ہوجاتا ہے تو وہ برائی نہیں لکھی جاتی۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے جیساکہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ برائی ان کے علم میں رہتی ہے لیکن وہ اس کو لکھتے نہیں اس کے کفارے یا توبہ کا چھ گھنٹے تک انتظار کرتے ہیں۔ اگر چھ گھنٹے گزرنے تک بھی وہ توبہ نہ کرے تو ایک بُرائی لکھی جاتی ہے کراماً کاتبین سے انسان کی ہر چیز کی کتابت متعلق ہوتی ہے۔ اعتقاد ہو یا نیکی کا عزم قول ہو یا فعل یا تقریر سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ برائی کا عزم نہیں لکھا جاتا۔ مگر اعتقاد، قول وفعل اور تقریر کو لکھ لیا جاتا ہے۔ تقریر سے یہ مراد ہے کہ دوسرے کو کوئی کام یا کلام کرتا ہوا دیکھا اگر قابل منع تھا پھر بھی منع نہ کیا تو یہ ایک برائی ہوئی جب کہ وہ منع کرنے پر قادر ہو۔

برہنگی کی ممانعت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ان اللہ تعالٰی ینھاکم عن التعری فاستحیوا من ملائکۃ اللہ تعالٰی الذین معکم الکرام الکاتبین الذین لا یفارقونکم

الا عند احدی ثلاث حاجات الغائط والجنابۃ والغسل (بزار)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تم کو برہنگی سے منع فرمایا ہے لہٰذا اللہ سبحانہ کے فرشتوں سے جو تمہارے ساتھ ساتھ رہتے ہیں شرم کیا کرو۔ وہ اعمال لکھنے والے معزز فرشتے ہیں جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر تمہاری تین ضروری حاجات کے وقت کنارے ہو جاتے ہیں۔ پیشاب پاخانے کے وقت اور جماع کے وقت اور غسل کے وقت'' کیونکہ ان حالات میں انسان برہنہ رہتا ہے لیکن اس وقت بھی تمہارے اعمال و اقوال وغیرہ کو لکھنے سے کوئی امر مانع نہیں۔ اعتقاد قلبی جو ایک پوشیدہ امر ہے اس کا علم ان کو ہو جاتا ہے تو اعمال و اقوال پر بدرجۂ اولیٰ ان کو اطلاع ہو جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے کچھ علامات اور نشانیاں ان کو بتلا دی ہیں جن کی مدد سے خیر و شر پر ان کو آگاہی ہو جاتی ہے۔ اعمال و اقوال پر اطلاع ہونا تو معمولی بات ہے۔ دل کے اعتقاد کا علم ان کو اس طرح ہو جاتا ہے کہ اگر نیت و اعتقاد اچھا ہے تو اس کی خوشبو ان کو محسوس ہوتی ہے اور اگر کوئی بدنیتی یا سوء اعتقاد کا شکار ہوا تو اس کی بدبو سے وہ فوراً باخبر ہو جاتے ہیں۔ اگر برہنگی کے عالم میں ایسی کوئی چیز انسان سے صادر ہوئی تو کراماً کاتبین سے وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ جب انسان اپنی مذکورہ حاجات ضروریہ سے

فارغ ہو جاتا اور اس کی برہنگی دور ہو جاتی ہے تو پھر وہ حسب معمول آ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ مدۃ العمر انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ جب انسان مرتا ہے تو یہ فرشتے تا قیامت اسکی قبر پر متعین رہتے ہیں۔ بندہ اگر نیک ہے یعنی مسلمان تو یہ تسبیح و تہلیل میں مشغول اور اسکے حق میں دعائے خیر کرتے رہتے ہیں، ان فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کا ثواب اس انسان کے نامۂ اعمال میں لکھا یا جاتا ہے اور اگر بد ہے یعنی کافر تو یہ اس پر تا قیامت لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذلك۔

کراماً کاتبین کون ہیں؟ کراماً کاتبین ہر شخص کے لئے جو دو دو مقرر ہیں، آیا یہ مقررہ شخصیتیں ہیں یا ان کی جماعت ہے، اس میں قول راجح یہی ہے کہ دو شخصیتیں ہیں۔ ایک کاتب خیر اور دوسرا کاتب شر۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کاتب حسنات کی بدلی ہوتی رہتی ہے اور کاتب سیئات ایک ہی ہوتا ہے۔ اس میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ نیکی کے گواہ متعدد اور برائی کا گواہ صرف ایک ہی رہتا ہے جس سے نصاب شہادت کی تکمیل نہیں ہوتی علمائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص مجنون ہو اس کے اعمال لکھنے پر کوئی مامور نہیں ہوتا کیونکہ مجنون مرفوع القلم ہے۔ اس کے اقوال و افعال پر دارو گیر نہیں۔ نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی کچھ نیکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان دو فرشتوں کے

سوا اور کوئی نہیں لکھتا۔ واللہ اعلم۔

کتابت اعمال کا مطلب احادیث شریفہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ کتابت سے حقیقی کتابت مراد ہے۔ یعنی ہم جیسا لکھتے ہیں ایسی ہی فرشتوں کی کتابت بھی ہوا کرتی ہے رہی یہ بحث کہ آلات کتابت، یعنی قلم، دوات، روشنائی اور کاغذ وغیرہ۔ اس کی تفصیل بتلائی نہیں گئی لہذا ان چیزوں کو علم الٰہی کے تفویض کر دینا ہی محتاط صورت ہے ہم کو ان تفصیلات میں جانے اور خواہ مخواہ اس کی بحث میں پڑنے اور وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

توبہ و استغفار کی اہمیت حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ما من حافظین یرفعان الی اللہ ما حفظا فی یوم فیریٰ فی اول الصحیفۃ وآخرھا استغفارا الا قال اللہ قد غفرت لعبدی ما بین طرفی الصحیفۃ۔ (بزار) روزانہ دونوں محافظ فرشتے (کراماً کاتبین) جو اس انسان کا اعمال نامہ لیکر اللہ سبحانہ کی جناب میں پیش کرتے رہتے ہیں تو خداوند جل علا اس صحیفہ کے صرف اول و آخر پر نظر فرماتا ہے۔ اگر اول و آخر اس میں توبہ و استغفار لکھا ہو تو ارشاد باری ہوتا ہے کہ اس صحیفہ کے درمیان جو کچھ (برائی بھی لکھی) ہو میں نے اس کو اپنے بندے کے حق میں بخش دیا۔" یہی سبب ہے کہ

بزرگان دین روزانہ نیند سے اٹھتے ہیں تو توبہ استغفار کرتے اور رات آرام کرتے ہیں تو بھی ان کا آخر کلمہ توبہ و استغفار ہوتا ہے۔ اس سے توبہ و استغفار کی اہمیت ظاہر ہے۔ کیوں نہیں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین۔ یقین جانو کہ اللہ سبحانہ کو توبہ کرنے والوں سے محبت ہے اور پاکی کا خیال رکھنے والوں سے بھی محبت ہے۔" یہ دونوں گروہ محبوبان الٰہی ہیں اللھم اجعلنا منہم آمین۔

2-13 2-14 إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا
2-15 2-16 يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ بے شک نیک لوگ یقیناً
نعمتوں میں ہوں گے' اور بے شک بدکار یقیناً دوزخ میں ہوں گے وہ اس میں انصاف کے دن داخل ہوں گے۔ اور وہ اس سے غائب نہ ہو سکیں گے۔"

ابرار کون ہیں اعمال لکھنے والے فرشتے جب ایسے ثقہ' عادل' معتبر' باعزت' امانت دار ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں حق حق لکھتے ہیں۔ ان کے لکھے کا اعتبار نہ کیا جائے تو یہ سارا انتظام بے فائدہ عبث ٹھہریگا۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ جو لوگ نیکوکار ہوں گے ان کا کیا پوچھنا۔ یقیناً وہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ہر قسم کا لطف جاوید ان کو حاصل رہیگا جس کی کوئی انتہا نہیں۔ دوروزہ دنیا کی طرح اگر ان کا یہ لطف ختم ہو گیا تو

وہ لطف ہی کیا ہوا ایک طرح کا خواب ہوا۔ ابرار یعنی نیکوکار وہ لوگ ہیں جو حسن سلوک کرتے ہیں۔ یہ حسن سلوک کئی طرح ہے۔ سب سے مقدم اللہ سبحانہ کے ساتھ یعنی اس پر ایمان لانا جس میں اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں اور تقدیر اور یوم آخر پر ایمان لانا داخل ہے۔ پھر اس کی طاعت میں لگے رہنا۔ احکام کی تعمیل کرنا اور نواہی سے بچنا۔ پھر بِرِّ الوالدین (ماں باپ کا ادب اور انکے ساتھ حسن سلوک) پھر بِرّ الاساتذہ اپنے استادوں کا ادب اور ان کے ساتھ نیک سلوک۔ پھر مرید کو اپنے شیخ کا ادب اور حسن سلوک۔ اسی طرح اپنی اولاد، شاگردوں اور مریدین کو اچھی راہ پر لگانا، اعتقادات فاسدہ اخلاق ذمیمہ، اعمال قبیحہ سے دور رکھ کر طاعت وانقیاد کی تعلیم وتلقین کرنا۔ اسی طرح جو لوگ بدکار یعنی کافر ہوں گے بالضرور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے دوزخ میں ڈالے جانے کا وقت روز جزا ہوگا۔ کیونکہ انصاف کا دن وہی ہے۔ پھر کفار جہاں دوزخ میں جھونک دئے گئے تو ابدالآباد یعنی اس میں پڑے رہیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ وہاں سے نہیں نکل سکتے اور نہ کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ فجور کے اصل معنی شق یعنی کسی چیز کو چیرنے کے ہیں۔ فاجر چونکہ اپنے کفر اور معصیت کے ذریعہ اپنے دین اور دیانت کا پردہ چاک کر لیتا ہے اس لئے اس کو فاجر کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسوں کا حال ابرار کے خلاف

اور ان کی ضد پر ہے اس لئے ان کی جزا بھی اسی مناسبت سے ہوگی۔

حضرت ابوحازمؒ کا واقعہ زاہد زمانہ حضرت ابوحازمؒ مدنی سے خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کے ایک بیٹے نے دریافت کیا:۔ لیت شعری مالنا عند اللہ؟ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ سبحانہ کے ہاں ہمارے لئے کیا چیز مقرر ہے؟ حضرت ابوحازم نے فرمایا:۔ اعرض عملک علی کتاب اللہ۔ اپنے عمل کو کتاب اللہ پر پیش کرو (تو جواب مل جائیگا)۔ اس نے کہا کہ کتاب اللہ تو ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ اس کے کس حصے پر پیش کروں، حضرت ابوحازم نے فرمایا ارشاد باری ہے:۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ یہ سن کر خلیفہ کے بیٹے نے کہا (یہ تو اعمال کی جزا ہوئی) پھر اللہ سبحانہ کی رحمت کہاں ہے؟ حضرت ابوحازم نے فی الفور جواب دیا۔ قریب من المحسنین۔ احسان کرنے والوں اور اچھے سلوک والوں کے پاس ہی ہے۔"

2-17 وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا
2-18 يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ
2-19 يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝ع اور تمھیں کیا خبر کہ کیسا ہے دن انصاف کا؟ پھر بھی تمھیں
کیا معلوم کہ کیسا ہے دن انصاف کا؟ جس دن کہ بھلا نہ کر سکے کوئی شخص بھی کسی

شخص کا کچھ بھی' اور حکم اس دن کا اللہ ہی کا ہے"۔

یوم الدین کی اہمیت یعنی روز جزا کی اہمیت' اور اس کی عظمت اور ہولناکی کیسی ہے اس کی کسی کو کیا خبر؟ غور کرو اور سوچو' اور خوب تفکر سے کام لو تو اس کی حقیقی صورت کسی کے سمجھ میں نہیں آ سکتی اور اگر اس کی حقیقی تصویر کسی کے سامنے آئے تو کس طرح آئے۔ اس لئے کہ انسان اپنے غور و فکر سے کام لیتا ہے تو اسی حد تک جو اس نے کبھی دیکھا یا کسی سے سنا ہو۔ دنیا میں طوفان' طغیانی' سیلاب' آندھی' امراض وبائی' جنگ' زلزلہ وغیرہ ہولناک واقعات جو درپیش ہوئے ہوں چھوٹے بڑے۔ پس اسی حد تک وہ سوچ سمجھ سکتا ہے۔ عالم آخرت کی ہر چیز ایسی ہے کہ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خطرہ ہی گزرا۔ نعمتوں کا حال بھی یہی ہے اور آفتوں کا حال بھی یہی۔ اسی لئے بار بار سوال کیا جا رہا ہے وما ادرٰک ما یوم الدین ثم ما ادرٰک ما یوم الدین۔ تمھیں کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے اور کیسا ہے؟ پھر غور کرو' سوچو سمجھو کہ انصاف کا دن' جس میں از آدم تا ایں دم جتنے کام کھلے چھپے کئے گئے

ان سب کا فیصلہ ہوگا اس کی تمھیں کیا خبر کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ جب عمر بھر میں تم نے یا اور کسی نے ایسا منظر دیکھا ہی نہیں تو کیا بتا سکتے ہو کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ جب تم بتا نہیں سکتے تو اس کی مختصر سی روداد ہم سے سنو۔ ہم ہی بتائے دیتے ہیں۔

یوم لا تملک کی تفسیر

یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی بھی کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا اور ساری حکومت اس دن اللہ کی ہوگی" نہ بیٹا باپ کے کام آسکتا ہے اور نہ باپ بیٹے کے، نہ بھائی بھائی کے نہ کوئی عزیز قریب اپنے رشتہ دار قرابت دار کے، نہ شوہر بی بی کے اور نہ بی بی شوہر کے، نہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے، نہ جان پہچان والا اپنے جان پہچان والے کے، سب کو نفسی نفسی لگی ہوگی الا ماشاءاللہ۔ اس دن ساری حکومتیں ختم ہو جائینگی۔ نہ پادشاہت رہیگی نہ شہنشاہت، نہ یہ مجلس اقوام ہوگی اور نہ جمعیۃ الاقوام یہ تمام شیرازے بکھر جائیں گے اور جملہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ اس دن حکومت رہیگی اللہ کی اور صرف اللہ کی تو سوچو سمجھو کہ تمھاری نجات کس میں ہے۔ خدا کو ماننے اور اسکی

اطاعت انقیاد میں یا اس کے انکار اور اس سے انحراف میں؟ واللہ الموفق

الحمد للہ کہ سورۂ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ

وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ